© rasailojaraid.com

قائم کرنا خلافتِ ارض کا بنیادی مقصد ہے۔ اور اسی بنیادی غرض وغایت کی خاطر انسان کو دُنیا میں "خلیفہ" بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دورِ آدم سے لے کر ہر قوم اور ہر ملت کو مشروط طور پر اس کا موقع دیتا رہا ہے کہ وہ خلافتِ ارض کے تقاضے کے مطابق ظلم و عدوان اور شر و فساد سے دُنیا کو پاک کر کے عدل و انصاف اور حق و راستی قائم کرنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی بنی اسرائیل کے سامنے یہ ربانی اُصول اس طرح پیش کیا گیا تھا:

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ : موسیٰ نے کہا کہ اللہ بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کس طرح کام کرتے ہو! (اعراف: ۱۲۹)

اور خود اُمتِ محمدیؐ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ : پھر ہم نے تمہیں اُن (ظالم قوموں کو ہلاک کرنے) کے بعد تم کو زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو! (یونس: ۱۴)

اس اعتبار سے خلافتِ ارض کے تقاضے کے مطابق دنیا کو شر و فساد سے پاک کر کے عدل و انصاف قائم کرنے ہی کا دوسرا نام جہاد ہے۔ جو وقت اور حالات کے مطابق زبان و قلم اور سیف و سنان دونوں طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ جہاد اسلام کے پانچ ارکان (کلمہ، نماز، روزہ، زکاۃ اور حج) کے بعد سب سے بڑا اور چھٹا رکن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاد ہی کے باعث اسلام میں "زندگی" کی روح بیدار رہتی ہے اور اس کے پانچوں ارکان "متحرک" رہتے ہیں۔ ورنہ اگر جہاد نہ ہو تو اسلامی زندگی بالکل بے حرکت اور مُردہ ہو جاتی ہے۔ جہاد اسلام کے ارکانِ خمسہ کی اندرونی و بیرونی دشمنوں سے حفاظت کرتا ہے اور کسی بھی اعتبار سے ان پر کسی قسم کی آنچ آنے نہیں دیتا۔ اس لحاظ سے جہاد درحقیقت ارکانِ خمسہ کے محافظ یا باڈی گارڈ جیسی ہے جو اُن کے آگے پیچھے مُسلح ہو کر چلتا ہے اور اسلام کے ارکان و شعائر کی راہ مارنے والوں کا سر کبھی اپنے قلم سے قلم کرتا ہے تو کبھی شمشیرِ خارا شگاف سے ان کے چھکے چھڑا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیتا ہے۔ اسی طرح جیسا موقع ہو ویسے لوگوں کی مدافعت میں ہمیشہ [illegible]

جہاد کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ایمان باللہ کے فوراً بعد جہاد کو فرض قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ کا تقاضا ہے کہ اس کی مدافعت کے لئے ایک مومن و مسلم جہاد کے لئے ہمیشہ اور ہر آن خود کو تیار رکھے۔ کیونکہ تاریخ انسانی کی شہادت کے مطابق دنیا میں "ایمان" کو سب سے زیادہ خطرہ اس کے بیرونی دشمنوں ہی سے رہتا ہے۔ اسی لئے ارشاد باری ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ: پورے مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے (دین کے کسی بھی معاملے میں) شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ یہی لوگ سچے ہیں۔ (حجرات: ۱۵)

اس کی شرح حدیث رسول میں اس طرح ملتی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ. قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔ پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد کونسا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔[۸۴]

بعض حدیثوں میں ایمان باللہ کے بعد نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا افضل ترین عمل قرار دیتے ہوئے جہاد کو مؤخر کیا گیا ہے[۸۵] تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ کے بعد سب سے پہلی چیز جو بندے پر فرض ہوتی ہے وہ نماز ہی ہے۔ اور امام ابن ہمام کی توجیہہ کے مطابق نماز چونکہ فرض عین ہے جو مکرر ادا کی جاتی ہے اس لئے وہ جہاد سے افضل ہے، جب کہ جہاد کی یہ نوعیت نہیں ہے۔ بلکہ جہاد ایمان اور اقامتِ صلاۃ (کی مدافعت) کی خاطر ہے۔ اس لئے وہ بالذات مقصود نہیں ہے۔ بلکہ نماز بالذات مقصود ہے۔[۸۶]

---

[۸۴] بخاری کتاب الایمان: ۱/۱۲

[۸۵] بخاری کتاب الجہاد: ۳/۲۰۰، مسلم کتاب الایمان: ۱/۸۹

[۸۶] فتح القدیر شرح ہدایہ: ۵/۱۸۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہلِ اسلام تہذیبی یلغار کی زد میں

غرض جہاد ایمان باللہ اور اُس کے نتیجے میں عائد شدہ عبادات کی ادائیگی اور اُن کی حفاظت کے لیے بے انتہا ضروری ہے ورنہ دشمنانِ اسلام اہلِ ایمان کو امن و امان کے ساتھ عبادت کرنے اور اپنے شعائرِ دینی کو ادا کرنے میں حارج بن کر ان کا راستہ روک سکتے ہیں۔ جیسا کہ موجودہ دور میں غیر مُسلموں کی تہذیبی جارحیت ایک حقیقت دکھائی دیتی ہے جو مُسلمانانِ عالم کے خلاف دُنیا کے ہر ملک اور ہر خطے میں برپا ہے۔ بلکہ آج دُنیا بھر کے مُسلمان دراصل اقوامِ عالم کی تہذیبی یلغار کے گھیرے اور نرغے میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور خاص کر مسلمان جن ممالک میں اقلیت میں ہیں وہاں پر اسلام کے نام لیواؤں کو اپنے عقائد و عبادات اور اپنی تہذیب کو بچانا سخت مشکل اور دُشوار ہوگیا ہے۔ کفار و مُشرکین اور مُلحد و مادہ پرستوں نے چاروں طرف سے مُسلمانوں کو اپنے نرغے میں لے رکھا ہے اور ان پر اپنا گھیرا تنگ سے تنگ تر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے فتنے اُٹھتے ہیں اور ان پر ثقافتی حملے کیے جاتے ہیں۔ اور آئے دن کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑ کر یا نیا حملہ کر کے مُسلمانوں کے دین و ایمان کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال شیطان رُشدی کا فتنہ ہے جس نے پورے عالمِ اسلام کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

اگلے ادوار میں تو یہ ہوتا تھا کہ عالمِ اسلام پر فوجی و عسکری طور پر حملے کیے جاتے تھے اور مُسلمانوں کو قتل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ مگر موجودہ دور میں اس کی نوعیت بدل گئی ہے۔ اور اب بجائے انہیں قتل کرنے کے تہذیبی و ثقافتی حملے کر کے اِنہیں مرتد بنانے کی منظم سازشیں بین الاقوامی طور پر چل رہی ہیں۔ یورپی قومیں اس سلسلے میں دراصل صلیبی جنگوں میں اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتی ہیں اور وہ اسے اب تک بھول نہیں سکی ہیں۔ اور پھر وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے بھی خائف ہیں۔ لہٰذا وہ اسلام اور مسلمانوں کو ہر طرح سے زک پہنچانے کے درپے نظر آتی ہیں۔

غرض آج عالمِ اسلام جس نازک ترین دور سے گزر رہا ہے اُس کی مثال گزشتہ ادوار میں نہیں ملتی۔ اس لحاظ سے غیر قوموں کی موجودہ تہذیبی جارحیت اور ثقافتی حملوں کا مقابلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف علمی و فکری میدان ہی میں ہو سکتا ہے۔ کسی اور میدان میں نہیں۔ اور یہی جہاد [illegible]
سب سے بڑا جہاد ہے۔ عسکری جہاد تو پہلے ہی سے معطل ہے اور آج مسلمان عسکری جہاد کرنے کی پوزیشن ہی میں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ چیز اُن کی خودکشی کے مترادف ہوگی۔ لہٰذا اب علمی و فکری جہاد کے سوا اور کیا چارۂ کار باقی رہ جاتا ہے؟ مگر اس قسم کے جہاد کو ایک "ثانوی جہاد" قرار دے کر اس کی قدر و قیمت کو ہلکا کرنے کی کوشش کرنا جہاد کی حقیقت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ دراصل جہاد کی توہین ہے۔ حالانکہ جہاد (خواہ وہ عسکری ہو یا علمی) اسلام کے کامل ترین دین ہونے کی دلیل ہے۔ اگر اسلام میں جہاد فرض نہ ہوتا تو پھر یہ اُس کا ایک بہت بڑا نقص اور عیب ہوتا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں:

اعلم أن أتم الشرائع وأكمل النواميس هو الشرع الذي يؤمر فيه بالجهاد[1]

جان لو کہ شریعتوں میں سب سے زیادہ مکمل شریعت وہی ہو سکتی ہے جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو۔

تو اب سوال یہ ہے کہ کیا آج مسلمان اپنے اس فرضِ منصبی کو ادا کر رہے ہیں؟ کیا ہمارے مدرسوں میں "جہاد" کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے؟ یا طلبہ کے ذہنوں میں جہاد کی یہ نوعیت و اہمیت بٹھائی جا رہی ہے؟ کیا منطق و فلسفے کی موٹی موٹی کتابیں جیسے میبذی، مُسلَّم، صدرا اور شمس بازغہ یا قدیم فلکیات کی کتابیں جیسے تصریح اور شرح چغمینی وغیرہ رٹا دینے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ آج ہمارے اکثر و بیشتر مدرسے غیر ضروری بلکہ فرسودہ علوم میں سر کھپاتے ہوئے اصل علوم سے غافل و بے پرواہ دکھائی دے رہے ہیں۔ اور جہاں تک جہاد کی اہمیت کا تعلق ہے اس میں تمام مدرسے اپنی کوتاہی اور لاپرواہی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور اس اعتبار سے آج ہمارے اربابِ مدرسہ کو نہ تو جہادِ عسکری کی ضرورت و اہمیت کا احساس ہے اور نہ جہادِ علمی کی اہمیت و افادیت کا۔ حالانکہ جہاد بعض علماء کے نزدیک اسلام کا چھٹا رکن ہے۔

حاصلِ بحث یہ کہ جہاد کے بنیادی مفہوم کے مطابق ایک طرف اہلِ اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح معنی میں دین کی دعوت و تبلیغ کریں تو دوسری طرف یہ بھی اشد ضروری ہے کہ وہ اسلام پر حملہ آور ہونے والی قوتوں کا بھی مقابلہ کریں۔ اگلے ادوار میں یہ حملہ فوجی و عسکری اعتبار

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۷۰، مطبوعہ مصر

© rasailojaraid.com

سے ٹکراؤ کرتا تھا۔ مگر آج یہ حکمتِ عملی STRATEGY بدل گئی ہے۔ اور اب بجائے عسکری یلغار کے تہذیبی و ثقافتی یلغار ہونے لگی ہے۔ لہٰذا اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان دونوں محاذوں پر اپنے تمام وسائل اور اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ لڑیں اور باطل کے مقابلے میں حق کو غالب کرنے کی کوشش کریں۔ یہی انبیائی عمل ہے جو اس وقت تمام مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے۔

اور جہاد جس طرح بعض صورتوں میں فرضِ کفایہ اور بعض صورتوں میں حالات کی نزاکت کے اعتبار سے فرضِ عین بھی ہو سکتا ہے (جب کہ "نفیرِ عام" ہو جائے) اسی طرح آج دنیا بھر کے مسلمان جن مصائب و آلام سے دوچار ہیں اُن کے مدنظر جہادِ علمی و قلمی کے فرضِ عین یا "نفیرِ عام" کا اعلان کیا جا سکتا ہے کہ اس مقدس جہاد میں ہر مسلمان اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لے کر اس فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرے۔ اور یہ پوری ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے ؎

دُنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا

لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اور عصرِ جدید کا سب سے بڑا معرکہ

اُوپر جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اُس کے ملاحظہ سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو گئی کہ اسلام میں ایمان باللہ کے ساتھ ہی جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ایمان باللہ کے تقاضے کے تحت جہاد کرنا چاہیے۔ اس اعتبار سے جہاد اصلاً ایمان "پھیلانے" اور اُس کی "مُدافعت" کرنے کا نام ہے۔ قرآن و حدیث نیز ائمہ و فقہاء کے کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ جیساکہ تفصیلات گزر چکیں۔ دعوتِ اسلامی میں "ایمان باللہ" ہی اصل الاُصول اور تمام عقائد و عبادات کی جڑ بنیاد ہے۔ اور ایمان باللہ کا مطلب ہے لا الٰہ الاّ اللہ کا اقرار و اعتراف۔ یہی اسلام کا کلمہ ہے جس کو بلند کرنے کا نام "اعلائے کلمۃ اللہ" ہے۔ اور یہ جہاد کا بنیادی ہدف و مقصد ہے، خواہ وہ فوجی و عسکری ہو یا علمی و قلمی۔

اور لا الٰہ الا اللہ (جو بظاہر ایک سیدھا سادہ سا جملہ معلوم ہوتا ہے) صرف ایک کلمہ طاً ایک ...ات کا مجموعہ اقرار و اعتراف نہیں بلکہ ایک مکمل فلسفہ اور طرزِ فکر کا نام ہے۔ اور ... تمام

© rasailojaraid.com

مُشرکانہ و مُلحدانہ اور باطل فلسفوں کے مقابلے میں توحیدی فلسفے اور توحیدی نظام کا اعلان ہے۔ چنانچہ دُنیا میں دورِ آدم سے لے کر موجودہ دور تک نظامِ توحید کا مقابلہ ہمیشہ مُشرکانہ اور مادہ پرستانہ فلسفوں سے رہا ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک نظریاتی جنگ اور کشمکش ہر دور میں برپا رہی ہے۔ اور تمام انبیاء اسی لا الٰہ الا اللہ کا پرچم بلند کرنے کی غرض سے دُنیا میں تشریف لاتے اور اقوامِ عالم کو شرک والحاد کے مقابلے میں توحید کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ اور یہ فکری ونظریاتی جنگ موجودہ دور میں پورے آب وتاب اور پورے زور وشور کے ساتھ چل رہی ہے۔ چنانچہ آج دنیا میں جتنے بھی مُلحدانہ و مادہ پرستانہ فلسفے اور قسم ہا قسم کے افکار و نظریات موجود ہیں اور جو نوعِ انسانی کو گمراہ کرنے میں سرگرمِ عمل دکھائی دے رہے ہیں، ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی اعتبار سے جدید سائنسی افکار و نظریات پر ہے۔ اور ان سائنسی افکار و نظریات میں اگرچہ اُصولی طور پر انکارِ خدا یا "لادینیت" کی گنجائش تو موجود نہیں ہے مگر مادہ پرست اور الحاد پرور لوگ ان سائنسی افکار و نظریات سے (جو اصلاً خُدا پرستی کی تائید میں ہیں) فلسفیانہ اعتبار سے غلط نتائج اخذ کرتے ہُوئے (یعنی انحرافی طور پر تحقیقاتِ جدیدہ کو غلط رُخ دیتے ہُوئے) محض اپنی خواہشاتِ نفس کی بنا پر دُنیا بھر کے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

اس حیثیت سے موجودہ دور میں لا الٰہ الا اللہ یا خُدا کی توحید کا عقیدہ مُشتبہ ہوگیا ہے۔ اور آج منکرینِ خُدا اس کو اگلے دور کی نشانی یا دقیانوسیت سے تعبیر کرتے ہُوئے اہلِ ایمان کا استخفاف کرتے ہیں اور ان پر بنیاد پرستوں کی پھبتی کستے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ اور "سائنٹفک" دور میں "خُدا کی بات" کہنا فرسودگی کی علامت ہے۔ سائنس نے تمام کائنات اور مادہ کا ایک ایک ذرہ چھان ڈالا، بلکہ ایک ایک ذرہ کو توڑ ڈالا، مگر خدا کا وجود کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ لہٰذا اب اس "فرسودہ" عقیدہ کو تہہ کر کے رکھ دینا چاہیئے۔ اور فلسفیانہ نقطۂ نظر سے اس کا لازمی اور منطقی تقاضا یہ ہوگا کہ اب گویا کہ "مادہ" ہی کو "خدا" بنالینا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرزِ فکر کی رُو سے وہی تمام اشیاء کی "عِلّتِ اُولیٰ" یا "عِلّۃُ العِلَل" ٹھہرتا ہے۔ گویا کہ اول وآخر مادہ ہی مادہ ہے اور اس کے سوا اور شے یا کوئی ہستی موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی "شرک" ہی کا ایک نیا رُوپ ہے۔ اگرچہ مادّہ پرست

[redacted]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی زبان سے "خدا" کا لاکھ انکار کریں مگر واقعہ کے اعتبار سے اُنہیں کوئی نہ کوئی "خدا" تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہ جاتا۔ اور اس لحاظ سے مادہ پرستوں اور الحاد پرور لوگوں کا مرتبہ درحقیقت روایتی قسم کے مشرکین سے بھی زیادہ بدتر نظر آتا ہے۔ مشرکین کم از کم خُدائے خلاق کو اپنا "معبودِ برتر" یا اپنا "سب سے بڑا خدا" تو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر مادہ پرستوں کی نظر میں سوائے "مادہ" کے اور کوئی خدا موجود نہیں ہے۔ گویا کہ اُن کی نظروں میں یہی پہلا اور سب سے بڑا خُدا ہے۔

غرض آج مادہ پرست اور مُلحد لوگ نہایت درجہ بلند آہنگی کے ساتھ نہ صرف اپنی "مادیت" اور "مادہ پرستی" کا پرچار کر رہے ہیں بلکہ نشر و اشاعت کے تمام وسائل پر قابض ہو کر بڑے زور و شور کے ساتھ خود اہلِ ایمان کو بھی مُلحد و مادہ پرست بنانے اور ہماری نئی نسلوں کو ہم سے چھیننے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ تو ایسے نازک ترین حالات میں کلمۂ توحید کی مُدافعت کرنا اور ہمارے نوخیزوں کو ایمان کی اصلیت سے روشناس کراتے ہوئے صحیح اسلامی دعوت پیش کرنا کیا جہاد نہیں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ موجودہ دور کا سب سے بڑا معرکہ ہونے کی وجہ سے یہ صرف جہاد ہی نہیں بلکہ اسے وقت کے سب سے بڑے جہاد ہونے کا فتویٰ صادر کیا جا سکتا ہے۔

اس لحاظ سے موجودہ دور میں کرنے کا صحیح کام یہ ہے کہ عصرِ جدید کے مُلحدانہ اور مادہ پرستانہ فلسفوں اور مُنحرف افکار و نظریات کا علمی و تحقیقی انداز میں مقابلہ کیا جائے اور گمراہ قوموں اور گمراہ انسانوں کو دلیل واستدلال کی روشنی میں بتایا جائے کہ توحید کی حقیقت کیا ہے اور اس کے مقابلے میں مادی افکار و نظریات غلط کیوں کر ہیں؟ مگر اس کے لئے محض فتوے جاری کر دینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ علمی انداز میں باطل و مُنحرف افکار و نظریات کا تحلیل و تجزیہ کر کے پورے عقلی و سائنٹفک دلائل کی روشنی میں کلمۂ توحید کی حقانیت ثابت کرنی چاہیئے۔ ورنہ موجودہ دور کے انسانوں پر اتمامِ حجت نہیں ہو سکتی جو ایک پیمبرانہ عمل ہے۔ مگر اتمامِ حجت کے لئے اس راہ میں جدید سائنسی علوم اور جدید فلسفوں کا مطالعہ بھی ضروری ہوگا۔ کیونکہ جدید سائنسی علوم اور جدید تحقیقات کی بنیاد ہی پر نئے افکار و فلسفے وجود میں آتے ہیں۔ اس اعتبار سے جب تک جدید علوم کو بنیاد نہ بنایا جائے موجودہ دور کا انسان کسی بھی بات کو سنجیدگی کے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سننے اور اس پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آج یہ علوم و فنون نوعِ انسانی کے ذہن و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا کلمۂ توحید کی برتری عقلی و سائنٹفک نقطۂ نظر سے ثابت کرنے کے لئے جدید سائنسی علوم کو بنیاد بنا کر گفتگو کرنا ضروری ہوگا۔ اور موجودہ دور میں جو شخص اس طریقے کے مطابق تحقیق و تفتیش کر کے یہ فریضہ بطورِ احسن انجام دے گا وہی موجودہ دور کا سب سے بڑا مجاہد و مجدد ہوگا۔ اور وہی انبیائے کرام کا صحیح معنی میں وارث کہلا سکے گا۔

دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

قرآنِ حکیم کے دلائل اور سائنسی افکار

قرآنِ حکیم کا اصل موضوع توحید، رسالت اور عقیدۂ آخرت کا اثبات ہے۔ مگر ان میں بھی عقیدۂ توحید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں جتنے بھی علمی و عقلی دلائل مذکور ہیں ان کا اکثر و بیشتر حصہ اثباتِ توحید ہی سے متعلق ہے۔ اور اس سلسلے میں جدید سے جدید تر ہر قسم کے علمی و سائنٹفک دلائل زیرِ بحث آسکتے ہیں تو اس سلسلے میں دو بنیادی اُصولوں کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ قرآنِ حکیم موجودہ دور کی ذہنیت و عقلیت کے لحاظ سے بھی ہمارے لئے ایک رہنما اور رہبر کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں ہر دور کی ذہنیت اور ہر دور کے احوال سے نپٹنے کا سامان پوری طرح ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اور قرآن میں جو "آفاقی" اور "انفسی" دلائل (یعنی سائنٹفک حقائق و معارف) رکھ چھوڑے ہیں وہ اس سلسلے میں ہماری پوری پوری رہنمائی کرتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ : ہم ان (منکرین) کو عنقریب اپنے (وجود اور اپنی وحدانیت کی) نشانیاں دکھا دیں گے، ان کے چاروں طرف بھی اور خود ان کی اپنی ہستیوں میں بھی، تا آنکہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہ کلام برحق ہے۔ (حٰم سجدہ: ۵۳)

یہی حقیقت ایک دوسرے اُسلوب میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ : یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی۔ تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا تمہیں نظر نہیں آتا ؟ (ذاریات : ۲۰-۲۱)

اس قسم کی بے شمار آیتیں موجود ہیں، جن کا دائرہ جمادات، نباتات، حیوانات اور افلاک تک تمام مظاہرِ عالم تک وسیع ہے۔ اور ان میں علمِ جمادات (جیالوجی)، علمِ کیمیا (کیمسٹری)، طبیعیات (فزکس)، حیاتیات (بیالوجی) اور فلکیات (اسٹرانمی) وغیرہ علوم سے متعلق تمام جدید ترین حقائق و معارف اور اکتشافاتِ جدیدہ سما سکتے ہیں، جن کے ملاحظہ سے کتابِ الٰہی کا چہرہ روشن ہو جاتا ہے اور شکوک و شبہات کے تانے بانے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک حیرت انگیز کتابِ حکمت ہے جس میں ہر دور سے نبرد آزمائی کے لئے ہر قسم کے "علمی ہتھیار" موجود ہیں۔ مگر آج ہمارے دماغ اتنے زنگ خوردہ ہو چکے ہیں کہ ہمیں خبر ہی نہیں ہے کہ اس کتابِ حکمت میں کیسے کیسے ہتھیار اور کیسے کیسے اسباق و بصائر موجود ہیں جو عالمِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے تریاق کا حکم رکھتے ہیں۔

اور اس سلسلے میں دوسرا اُصول یہ ہے کہ "سائنسی افکار و نظریات" اور "فلسفیانہ افکار و نظریات" میں بنیادی فرق ہے۔ سائنسی افکار و نظریات یا اکتشافاتِ جدیدہ جو "قوانینِ فطرت" کا درجہ حاصل کر چکے ہوں، وہ چونکہ غیر جانب دارانہ تحقیق و تفتیش کا نتیجہ ہوتے ہیں اس لئے وہ وہی اُصول ہیں جو قرآنِ حکیم کے دعووں کے ثبوت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ یعنی اس کائناتِ مادی سے متعلق "قوانینِ فطرت" سے جو منطقی نتائج نکلتے ہیں وہ خُدا کے وجود اور اس کے ثبوت میں "سائنٹفک دلائل" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور انہی دلائل کو قرآنِ حکیم میں "آیات اللہ" یعنی "اللہ کی نشانیاں" یا نظامِ فطرت کے اسباق و بصائر کہا گیا ہے۔ اور یہ "آیات" منطقِ صحیح کی رُو سے مادہ پرستانہ یا انحرافی افکار و نظریات کی تردید کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور اس اعتبار سے دنیا کی ہر چیز اور مادّہ کے ایک ایک ذرّہ میں "خُدائی نشانات" ودیعت کر دئے گئے ہیں۔ بالفاظِ دیگر مادی دُنیا کا ذرہ ذرہ "لا الٰہ الا اللہ" کا کلمہ پڑھتا ہوا نظر آرہا ہے۔ چنانچہ ہائیڈروجن جیسے بسیط ذرہ (عُنصر) سے لے کر یورانیم جیسے پیچیدہ ذرہ تک تمام کے تمام عناصر اسی خدائے وحدہٗ لاشریک کی شہادت دے رہے ہیں۔ اور اس نقطۂ نظر سے مادہ کی "توحیدی تفسیر" میں دفتروں کے دفتر سیاہ کئے جا سکتے ہیں۔ مگر ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مادہ پرست کو سوائے "بخت و اتفاق" کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ جب کہ مادہ میں ودیعت شدہ انتہائی نفیس و بے داغ نظام کسی اندھے بہرے عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ ایک انتہائی ذہین اور عالی دماغ ہستی کی کارفرمائیوں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ فریضہ حاملینِ قرآن یعنی علمائے اسلام پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اس نقطۂ نظر سے کام کر کے نوعِ انسانی کی صحیح اور بروقت رہنمائی کریں۔ ورنہ نوعِ انسانی مزید گمراہ ہوگی ؎

تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحرِ قدیم گذر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوبِ کلیم

دجالی فتنے کا ایک رُوپ

غرض موجودہ دور میں مادہ پرستانہ افکار و نظریات پر سائنس کا لیبل چڑھا کر عوام الناس کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس سلسلے میں ہر روز کوئی نہ کوئی نیا نظریہ یا نیا ازم فلسفیانہ نقطۂ نظر سے نمودار ہو کر عوام پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اور عوامی اذہان ان مسموم نظریات کے سحر سے مسحور و مرعوب ہو کر خود کو ان کے آگے سجدہ ریز ہونے پر مجبور نظر آ رہے ہیں۔ اس طرح آج نوعِ انسانی جدید مادی فلسفوں کے فروغ کے نتیجے میں ایک بہت بڑے فتنے میں مبتلا ہے۔ اور یہ مادی افکار و فلسفے جو بظاہر دلفریب اور خوشنما دکھائی دیتے ہیں بباطن انتہائی تاریک اور زہرناک ہیں۔ اور یہ غالباً دجالی فتنہ کا ایک واضح رُوپ ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں دجال کی دو واضح علامتیں بیان کی گئی ہیں: (۱) اول یہ کہ وہ کانا یعنی ایک آنکھ والا ہوگا۔ (۲) اور دوم یہ کہ اُس کی پیشانی پر واضح طور پر "کُفر" لکھا ہُوا ہوگا' جسے ہر آنکھوں والا شخص دیکھ سکتا ہے۔

مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَ قَوْمَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ. اِنَّهُ اَعْوَرُ وَ اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے دنیا میں جس نبی کو بھی بھیجا اُس نے اپنی قوم کو کانے اور جھوٹے (دجال) سے ڈرایا ہے۔ یقیناً وہ کانا (ایک آنکھ والا) ہوگا۔ اور تمہارا رب کانا نہیں ہو سکتا۔ دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔[۵۵]

(باقی آئندہ)

---

[۵۵] بخاری کتاب التوحید: ۱۷۲/۸، مسلم کتاب الفتن: ۲۲۴۸/۴

© rasailojaraid.com

ایک دوسری حدیث کے مطابق دجال داہنی آنکھ کا کانا ہوگا : وَاِنَّ مَسِیْحَ الدَّجَّالِ اَعْوَرُ عَیْنِ الْیُمْنٰی ـ کَاَنَّ عَیْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ : مسیح دجال یقیناً داہنی آنکھ سے کانا ہوگا۔ گویا کہ اُس کی آنکھ اُبھرے ہُوئے انگور کے مانند ہوگی (جس میں روشنی نہ ہو)[۹۵]

یہ حدیثیں موجودہ دور کے الحادی اور دہریت پسند فتنوں پر پوری طرح صادق آتی ہُوئی معلوم ہوتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جدید مادّہ پرستانہ فلسفے اور الحادی افکار و نظریات سائنسی حقائق و اکتشافات کو کھینچ تان کر ان کی تشریح و توجیہہ غلط انداز میں اس طرح کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک آنکھ سے دیکھ رہے ہوں اور دوسری آنکھ بند کئے ہُوئے ہوں۔ اور یہ موقف نظریۂ ارتقاء کے سلسلے میں پوری طرح واضح ہے جو تمام حقائق کو نظرانداز کرتے ہُوئے محض ایک مفروضے کو حقیقت ثابت کرنے کے سلسلے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ تاکہ انہیں ایک خلاق ہستی کا وجود تسلیم کرنا نہ پڑے۔ اور اس اعتبار سے مادہ پرست بالکل اندھے اور بہرے ہیں جو محض اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے کھلے ہُوئے حقائق کا انکار کرنے پر تُلے ہُوئے نظر آتے ہیں[۹۶] اور اس راہ میں ہر قسم کے مکر و فریب اور دجل و تلبیس کو جائز تصوّر کرتے ہیں۔

اس لحاظ سے اس قسم کے گمراہ کن نظریات کا مقابلہ موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور سورۂ فرقان میں قرآن کے ذریعہ "بہت بڑا جہاد" کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے (آیت ۵۲) اُس کے مطابق موجودہ دور کی مادیت ولادینیت یا "دجّالیت" کا مقابلہ صرف قرآن حکیم کے بتائے ہُوئے طریقے ہی کے مطابق ہوسکتا ہے۔ یعنی منکرین و معاندین کا مقابلہ خود قرآن ہی کے ذریعہ یعنی قرآنی دلائل و براہین اور اُس کے حقائق و معارف کے ذریعہ کرکے یہ کارنامہ انجام دیا جاسکتا ہے۔ اور صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے مطابق جہاد کرکے آج مسلمان کامیاب اور سرخرو ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کامیاب

۹۵۔ بخاری ۱۷۲/۸ مسلم ۲۲۴۷/۴

۹۶۔ نظریۂ ارتقاء پر تفصیلی بحث اور مادہ پرستانہ افکار و نظریات کے رد کے لئے دیکھئے راقم سطور کی کتاب "تخلیق آدم اور نظریۂ ارتقاء"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا قطعی حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے علماء اور اہلِ مدرسہ کو انبیائے کرام کا صحیح معنی میں وارث بننا چاہئے لہٰذا اُنہیں قرآنِ حکیم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق علمِ جہاد بلند کرنا چاہیئے۔ اگر وہ جہاد عسکری نہیں کرسکتے تو انہیں جہادِ علمی کا محاذ گرم کرنے میں کسی بھی قسم کا عذر نہیں ہونا چاہیئے آج مُسلمانوں پر جو بھی مصائب آرہے ہیں وہ نفسِ جہاد کو ترک کرنے کے باعث ہیں۔ علامہ ابنِ قیم کی توجیہہ کی رُو سے ہر مُسلمان کو کسی نہ کسی قسم کے جہاد میں مشغول رہنا چاہیئے ورنہ وہ منافق ہوگا۔

(باقی آئندہ)

خانوادۂ عثمانی دیوبند سے حق تعالیٰ شانہٗ نے دو شب چراغ ملتِ ہند و پاک عالم اسلام کو عطا فرمائے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ مجدد و مجاہد اعظم کے منصب پر فائز ہوئے۔ دوسرے مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ جو فقہ و سلوک کے امام اعظم تھے۔

اس دورِ انحطاط و زوال میں حق تعالیٰ نے حضرت مفتی اعظم کے صاحبزادے حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحبؒ کے ذریعہ انسانی فلاح و بقاء کا عظیم کام انجام دیا۔

انگریزوں کے زوال تقسیم کے طوفان میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ مفکر ملت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحبؒ صف آرا ہوئے۔ اس ملک کے بھیانک المناک حال میں تڑپتی بلکتی انسانیت کو بچانے اور بنانے کی عظیم خدمت زندگی کی آخری سانس تک انجام دیتے رہے۔ یہ ہماری دُنیا آج ایسے غمگسار، چارہ ساز بزرگوں کی محتاج ہے۔

خدا ہمیں ایسے اکابر ملت نصیب فرمائے۔

والسلام

افتخار فریدی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتبِ تفسیر میں الکشاف کا مقام و مرتبہ

احسان اللہ فہد فلاحی شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

(۲)

معتزلہ کا چوتھا اہم عقیدہ الوعد والوعید کا ہے اس اصول کے مطابق جس شخص نے اپنے فعل سے اپنے آپ کو جنّت کا مستحق بنالیا وہ اتباعِ امر کے ذریعہ نجات پائے گا اور جس شخص نے آپ کو اپنے افعال کے ذریعہ عذاب کا مستحق بنالیا وہ بوجہ معصیت عذاب کا مستحق ہوگا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعد وعید کے سلسلے میں صادق ہے وہ اپنی باتوں کو بدلتا نہیں ہے بعض علماء اعتزال نے یہاں تک کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر فرض ہے کہ جو شخص جنّت کا مستحق ہے اس کو جنّت اور جو جہنم کا مستحق ہے اس کو جہنم میں جگہ دے۔ وہ اپنی رحمتِ خاص کے ذریعہ کسی کو معاف نہیں کرسکتا۔ معاف کرنا اس کے عدل کے خلاف ہے لیکن جو شخص مرنے سے پہلے کبائر سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اس کو معاف کردے۔ علامہ زمخشریؒ نے اس مسلک کی بھی تائید کی ہے۔ علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں کہ توبہ قبول کرنا اللہ پر واجب ہے۔ وجوب قبول محض اخلاقی قبول نہیں بلکہ قانونی وجوب ہے اور بندے کا حق واجبی جس کی ادائیگی خدا کے ذمے اسی طرح ضروری ہے جیسے بندے پر فرائض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ [۱۲]

معتزلہ کا پانچواں بنیادی اصول امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہے تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ غیر مسلمین تک اسلامی دعوت و فکر کو پہونچائیں۔ اور حق کے قیام کے لئے منظم کوشش کریں لیکن معتزلہ کے نزدیک حق کے قیام کے لئے یہی بات کافی نہیں کہ دین کی دعوتِ عام کریں بلکہ اگر قدرت

© rasailojaraid.com